مسلک اہلحدیث کا داعی اور ترجمان
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
پاکستان
جلد ۳۵
۱۲ جمادی الثانیہ ۱۴۰۴ھ
جمعۃ المبارک
۱۶ مارچ ۱۹۸۴ء
شمارہ ۳۳
مندرجات
درسِ حدیث — ۲
اداریہ — ۳
قتل اور بدکاری سے اجتناب — ۴-۶
بنک سے تعاون اور اس کے سود کا شرعی حکم — ۷-۸
داعیانِ دین کے لئے باہمی اُلفت و محبت کی ضرورت — ۹-۱۲
محمدی صراطِ مستقیم — ۱۳-۱۷
تبصرۂ کتب — ۱۸
اطلاعات و اعلانات — ۱۹-۲۳
مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے
محمد سلیمان انصاری
سالانہ — ۵۰ روپے
فی پرچہ — ۵۰/۱ روپیہ
ممالک غیر سے: ۲۰ پونڈ

درس حدیث (۲)

ملک عبدالرشید عراقی (سوہدرہ)

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خطبۂ تبوک

(۴) وَخَيْرُ السُّنَنِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ

"اور بہترین سنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طیبہ ہے"

دنیا میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واحد شخصیت ہیں۔ جن کی زندگی ہر پہلو سے کامیاب اور مکمل ہے۔ آپ زندگی کے ہر نوع میں مکمل نمونہ تھے۔ جس وقت آپ نے یہ کلمات فرمائے۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۲ سال کی تھی اور آپ کے ساتھ جو صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی۔ انہوں نے آپ کے ساتھ نبوت کے ۲۲ سال گزارے تھے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے آپ کی تمام زندگی تھی۔ اور ان سے آپ کی زندگی کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہیں تھا۔ وہ سب کچھ جانتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ آپ کی سنت خیر السنن ہے۔

(۵) وَاَشْرَفُ الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللهِ

"اور سب سے اشرف بات اللہ کی یاد ہے"

باتیں تو ہم آپ سب ہی کرتے ہیں اور صبح سے شام نہ جانے کتنی باتیں کرتے ہیں۔ ان باتوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ باتیں جن کا کچھ مقصد ہوتا ہے اور دوسری ایسی باتیں جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ اب انسان خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ باعزت باتیں کونسی ہیں؟ باعزت باتیں تو یہی ہیں کہ انسان اللہ کا ذکر کرے۔ اور اس کے مقابلے میں فضول باتوں سے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔ پرہیز کرے۔

(۶) وَاَحْسَنُ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

"اور سب سے اچھا قصہ یہ قرآن مجید ہے"

کسی گذرے ہوئے واقعے کی حکایت کو قصہ کہا جاتا ہے۔ اور قصہ کا اصل مقصود یہ ہے کہ سننے والا اس سے اثر لے۔ اور اس سے کچھ فائدہ حاصل کرے۔ ہر مومن کا یہ ایمان ہے کہ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے۔ اور اس میں جو کچھ بیان ہوا ہے تمام تر سچ ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔ قرآن مجید کے قصص سے جو فائدہ ہمیں پہنچ سکتا ہے وہ بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے آپ نے قرآن مجید کو احسن القصص فرمایا ہے۔

(۷) وَخَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا

"اور سب سے اچھا کام وہ ہے جو پوری توجہ اور پورے عزم کے ساتھ کیا جائے"

آپ کوئی کام کریں پوری توجہ کے ساتھ کریں اور جس طرح اس کا حکم ہے۔ اس حکم کے مطابق اس کام کو سرانجام دیں۔ اور اس میں کوئی نئی چیز (بدعت) نہ پیدا کریں۔ مثلاً آپ کو یہ بتایا گیا کہ صبح کی نماز میں دو رکعت سنت اور دو فرض رکعتیں ہیں۔ آپ پوری توجہ کے ساتھ یہ نماز ادا کریں۔ اتنی جلدی یہ نماز ادا نہ کریں کہ نماز کا کوئی رکن صحیح طور پر ادا نہ ہو۔ نماز کی یہ تو ایک مثال ہے۔ حالانکہ آپ کے ارشاد کے مطابق ہر کام پوری توجہ کے ساتھ سرانجام دینا چاہیئے اور کام وہی بہتر ہے جو پوری توجہ کے ساتھ کیا جائے۔

(۸) وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا

"اور سب سے برا کام وہ ہے جو اصل کام پر نیا اضافہ (یعنی بدعت) ہو"

عام طور پر لوگ مذہبی کاموں میں جدید اضافے کر لیا کرتے ہیں جن کا شریعت اسلامیہ میں کوئی ثبوت نہیں ہوتا جب ان کی توجہ اس طرف دلائی جاتی ہے کہ ایسے کام کا کوئی ثبوت نہیں تو کہتے ہیں کہ اس میں کیا حرج ہے۔ اس طرح نئے نئے عقائد اور رسمیں رواج پذیر ہو جاتی ہیں۔ اور سارا مذہبی نظام چند بدعی مراسم کا مجموعہ ہو جاتا ہے۔ اصل عقائد پیچھے رہ جاتے ہیں اور مذہب کی صحیح روح ختم ہو جاتی ہے اس لئے ایسے کاموں کو نہ صرف اچھا نہیں کہا گیا بلکہ انہیں "بدترین امور" قرار دیا گیا ہے۔

اربابِ حکومت اور خداوندانِ مکتب کی خدمت میں

چند شمارے پیشتر ہم نے انہی کالموں میں طلبہ یونینوں پر پابندی کے حکم پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے حکومت کے اس اقدام کو سراہا تھا۔ ہم جس نقطۂ نگاہ کے تحت اس پابندی کے حق میں تھے آج بھی اس پر قائم ہیں کیونکہ اس طرح تعلیمی اداروں میں تصادم بلکہ مسلح فسادات کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور یونیورسٹیوں اور کالجوں میں امن وامان کی صورتِ حال خاصی بہتر ہو گئی ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں بعض اداروں میں طلبہ کے احتجاجی مظاہرے بھی ہو چکے ہیں اور بعض جگہ اب بھی قدرے کشیدگی کی فضا پائی جاتی ہے۔ مگر اس کی حیثیت "اظہارِ ناراضی" سے زیادہ نہیں ہے مگر سننے میں آیا ہے کہ "طلبہ یونینوں پر پابندی" کے پردے میں یونیورسٹی کے حکام اسلامی اور پاکستانی نظریات کے حامل طلباء اور اساتذہ کو یونیورسٹی اور ذیلی تعلیمی اداروں سے خارج کرنے کی فکر میں ہیں۔ اساتذہ پر الزام یہ ہے کہ وہ طلباء کو احتجاج پر اکساتے ہیں اور تعلیمی فضا کو مکدر کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

اس کا اصل باعث یہ نظر آتا ہے کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جو مغرب زدہ اساتذہ اور آزاد منش طلباء اسلامی تعلیمات کو قبول کرنے کو تیار نہیں اور وہ اسلامی نظریات کے حامل طلباء کے حریف چلے آتے ہیں اور ان کے خلاف مسلسل ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔ یونینوں پر پابندی سے پہلے بھی وہ ہمیشہ اسلامی نظریات کے سخت خلاف رہے ہیں۔ اور اسلامی نظریات کی حامل طلبہ یونینوں کو شکست دینے کے لئے آتشیں ہتھیاروں تک کا استعمال کرتے رہے ہیں۔

مبینہ صورتِ حال سے یہ تبادر ہوتا ہے کہ تعلیمی ادارے اسلام کی ترویج و تشہیر اور تعلیم و تبلیغ میں مخلص نہیں ہیں بلکہ وہ ان لوگوں کا وجود بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں جو یہاں اسلام کا نام لیتے اور اسلامی نظریات کی بالادستی کے قائل ہیں۔ ہم حکومت کے کارپردازوں اور یونیورسٹیوں کے حکام سے بصد ادب گزارش کرتے ہیں کہ اس ملک میں جو خالص اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا ہے اور اس وقت اسلام کے نفاذ کے بھی دعوے کئے جا رہے ہیں تو تعلیمی اداروں ہی میں اگر اسلام کو پنپنے اور بار آور ہونے کی اجازت نہیں ہو گی اور اسلام کا نام لینے والوں پر قدغنیں لگائی جاتی رہیں گی تو یہاں نفاذِ اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تعلیمی اداروں پر پابندی کے علی الرغم اسلام کی تبلیغ واشاعت کرنے والے طلباء اور اساتذہ کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی جائے اور طلباء میں رسوخِ اسلام کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کئے جائیں۔ اس کے برعکس آوارہ مزاج طلباء اور ان کے سرپرست مغرب زدہ اساتذہ پر کڑی نظر رکھی جائے بلکہ ان کی ریشہ دوانیوں پر سخت گرفت کی جائے ورنہ "سنگ را بستن و سگاں را گزاشتن" کا عمل ملک و ملت کے لئے خسارے کا سودا ہو گا۔ وما علینا الا البلاغ المبین۔

درسِ قرآن

مولانا عبدالرؤف رحمانی جھنڈانگری

عباد الرحمٰن کی خصوصیات

قتلِ ناحق اور بدکاری سے اجتناب

اللہ اپنے نیک بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (الفرقان)

یعنی "وہ ناحق کسی حرام جان کو ہلاک نہیں کرتے"

دراصل نوعِ انسان کے گوناگوں مصالح اور نوع بہ نوع فوائد کے لئے خدا نے بڑی سختی کے ساتھ انسانی جان کی حرمت قائم کی ہے اور اسلام کا قانون یہ ہے کہ اس کے مقرر کردہ اسباب حالات کے سوا کسی دوسری بنیاد پر آدمی کا خون نہ بہایا جائے نہ کوئی اپنی جان دے اور نہ دوسرے کی جان لے۔

یہیں سے قتلِ ناحق کے مختلف اسباب مثلاً قومی و وطنی تعصب، نسلی ولسانی تعصب اور مذہبی فرقہ پرستی کی بنیادیں اکھڑ جاتی ہیں جس سے آئے دن قتل و خونریزی کی گرم بازاری رہتی ہے۔

قرآن کریم نے قتلِ نفس کو آدمی کے لئے سب سے بڑی معصیت قرار دیا ہے، شرک کے بعد سب سے بڑی اگر کوئی برائی ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔

وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا (النساء)

یعنی "جو شخص جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا"

اس بارے میں طبیعت انسانی کے لئے اصلی آزمائش کا وقت وہ ہوتا ہے جب رگوں میں انتقام کا جوش ابھر آتا ہے، کیونکہ اس صورت میں بسا اوقات ایک قتل کے بدلے سینکڑوں جانیں ضائع ہوتی ہیں اور کبھی کبھی تو ایک قتل پوری ایک آبادی کی ویرانی کا سبب بن جاتا ہے بلکہ انتقام کا چکر پورے پورے ملک کو کھاتے اور کلی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہے۔

اَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔

یعنی "جس نے ایک نفس کو کسی جان کے بدلے یا زمین میں کسی فساد کے بغیر قتل کیا تو اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا"

یعنی چونکہ ایک نفس کا قتل کر دینا نسلِ انسانی کو ختم کر دینے کا سبب بن سکتا ہے اسی لئے گویا یہ سارے انسانوں کے قتل کے مترادف ہے۔ احادیث میں قتل کا گناہ نہایت سنگین بتلایا گیا ہے اور اس سے نہایت سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَلَا يَزْنُوْنَ۔

یعنی "خدا کے نیک بندوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ زنا نہیں کرتے"

یہ برائی اللہ کی نگاہ میں نہایت سنگین ہے اور اس نے مختلف اندازِ بیان کے ذریعہ اس سے دور رہنے کی سخت تاکید کی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا۔

"زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ فحش کام ہے۔ اور برا راستہ ہے"

ایک لمبی حدیث کے اندر وارد ہے کہ جب زنا اور بدکاریاں عام ہو جاتی ہیں تو لوگ آفات و بلیات اور قحط سالی میں گرفتار کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس برائی پر دنیا میں بھی نہایت سنگین سزا مقرر کی ہے یعنی اگر شادی شدہ

مسلمان زنا کرے تو اسے سرِعام رجم کر دیا جائے گا۔ یعنی
پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے گا اور غیر شادی شدہ زنا کرے
تو اُسے سرِعام سَو کوڑے لگائے جائیں گے۔ ایسی سخت سزا
اس لئے مقرر کی گئی ہے تاکہ زنا کے دواعی و محرکات اور
شہوانی خیالات مغلوب اور کمزور سے کمزور تر پڑ جائیں۔
رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نوجوان کو زنا سے روکنے
کے لئے بڑا حکیمانہ اسلوب اختیار فرمایا، آپ نے اس نوجوان
سے فرمایا۔ کیا تو اپنی بہن سے زنا کرنا پسند کرے گا؟ اس نے
کہا یا رسول اللہ نہیں۔ فرمایا: کیا تو اپنی ماں سے زنا کرنا پسند
کرے گا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ نہیں؟ فرمایا، کیا تو اپنی
لڑکی سے زنا کرنا پسند کرے گا؟ اس نے کہا یا رسول اللہ
نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تو اپنی خالہ اور پھوپھی سے زنا کرنا
پسند کرے گا؟ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس
طرح تو اپنے ماں، اپنی بہن، اپنی بیٹی، اپنی خالہ اور اپنی پھوپھی
کے ساتھ زنا کرنا پسند نہیں کرتا اسی طرح کوئی آدمی یہ پسند
نہیں کرتا کہ اس کی ماں، بہن، بیٹی اور خالہ یا پھوپھی سے کوئی
زنا کرے۔ اس پرحکمت تعلیم اور پُراثر تقریر سے نوجوان پر بڑا
اثر ہوا، اُسے پوری حقیقت سمجھ میں آگئی اور اس نے صدقِ
دل سے توبہ کی (الخصائص الکبریٰ للسیوطی وتفسیر ابن کثیر، نیز
دیکھئے مسند احمد، ج ۵ ص ۲۵۶، طبع قدیم)

ایک مشہور حدیث میں وارد ہے کہ سات آدمیوں کو
عرشِ الٰہی کے نیچے سایہ ملے گا، ان میں سے ایک آدمی وہ ہوگا
جس کو کسی حسین نوجوان عورت نے زنا کی دعوت دی، لیکن اس
آدمی نے یہ کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور پھر زنا کے قریب
نہیں گیا، اس آدمی کو بھی قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے نیچے سایہ
ملے گا جب کہ قیامت کے دن اس سایہ کے علاوہ کوئی دوسرا
سایہ نہیں ہوگا۔

اللہ کے نیک بندے زنا کے خیالات سے بھی ہمیشہ
کوسوں دُور رہتے ہیں اور اس سے اپنا دامن بچانے کے لئے
اپنے جذبات کی بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی دریغ
نہیں کرتے۔

امام ابن سیرینؒ کے متعلق بعض تاریخی کتابوں میں پڑھا
کہ یہ بڑے خوبصورت نوجوان تھے۔ تعلیم سے فارغ ہونے کے
بعد انہوں نے اپنے معاش کا انتظام کپڑا فروخت کرنے کے
ذریعے کیا۔ ایک دن کپڑے کی گانٹھ کندھے پر لادے۔ ایک
ایسے علاقے میں پہنچ گئے، جہاں ایک نوجوان اور مالدار بیوہ
ابن سیرین جیسے صاحب جمال نوجوانوں کی تاک جھانک میں رہا
کرتی تھی، ان کو دیکھتے ہی سو جان سے فریفتہ ہوگئی۔ اپنی
نوکرانیوں کے ذریعہ ابن سیرین کو اوپر بلوایا۔ انہوں نے طرح
طرح کے کپڑے دکھائے لیکن بیوہ نے کہا اس سے اچھے قسم کے
کپڑے لے کر کل دس بجے میرے پاس آیئے۔ امام ابن سیرینؒ
دوسرے دن اچھے اچھے کپڑوں کے تھان لے کر پہنچے اور اسے
دکھانے لگے، لیکن اس عورت نے کپڑوں اور خریداری کی بجائے
لگاوٹ اور عشق و محبت کی باتیں کیں۔۔۔۔ اور ناز و انداز شروع
کر دیا۔ امام ابن سیرین نے اُسے باز رکھنے کے لئے زنا کی مذمت
پر وعظ کہہ ڈالا، لیکن اس عورت کے دل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر
امام ابن سیرین کے دل میں بچنے کی ایک حکمت سوجھی، انہوں نے
اس عورت سے کہا کہ مجھے بیت الخلاء جانے کی حاجت ہے۔
نوکرانیوں نے راستہ بتایا۔ کھانا پکانے کی نالی جو اس طرف
بہ کر جاتی تھی اس کا کیچڑ اور کالی سیاہ مٹی امام نے اپنے
تمام چہرے پر لت پت کر لی اور اسی ہیئت میں اس کے
سامنے آگئے۔ اس طرح اس عورت کو نفرت پیدا ہوگئی
اور ابن سیرین اپنی گٹھڑی اٹھا کر باہر آگئے اور اس بدکاری
سے نجات پانے پر خدا کا شکر ادا کیا اور گھر پہنچ کر سارا
ماجرا بیوی کو سنایا۔

حافظ ابن حجرؒ نے دُررِ کامنہ میں اور امام ابن جوزیؒ
نے المنتظم وغیرہ میں اس قسم کے متعدد واقعات درج فرمائے
ہیں۔ آج بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں وہی لوگ شمار

کئے جائیں گے جو اللہ کی بندگی و اطاعت کرتے ہوئے زنا کاری اور بدکاری جیسے فسق و فجور سے اپنے آپ کو پاک و صاف رکھیں۔

آگے اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا۔

"اور جو شخص ایسا کرے گا (یعنی اُوپر کی آیات میں ذکر کئے گئے گناہوں، یعنی شرک، قتلِ ناحق اور زنا کا ارتکاب کرے گا) وہ اپنے گناہ کی سخت سزا پائے گا اس کے لئے قیامت کے دن عذاب دُگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذلیل و رسوا ہو گا مگر جو شخص توبہ کر لے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالےٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور جو شخص توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو یہ شخص یقیناً اللہ کی طرف ٹھیک ٹھیک توبہ کرتا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نیک بندوں کا ایک اہم وصف یہ بھی ہے کہ اگر ان سے بُرائی سرزد ہو جاتی ہے تو وہ اس پہ جمے رہنے کے بجائے اس سے توبہ کرتے ہیں اور اسے چھوڑ کر نیک عمل کرنے لگتے ہیں اور جب کوئی توبہ کر کے نیک عمل کرنے لگے تو اللہ اس قدر خوش ہوتا ہے کہ صرف اس کے گناہ بخش ہی نہیں دیتا بلکہ بسا اوقات گناہ کی جگہ نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں کیونکہ ہر گناہ پر اس نے پشیمانی کے آنسو بہا بہا کر اور اللہ سے معافی مانگ مانگ کر اس گناہ کی سزا کی جگہ اس پشیمانی اور عفو طلبی کی نیکی کے اجر کا مستحق ہو چکا ہوتا ہے۔

توبہ کی اہمیت اتنی ہے کہ ایک حدیث میں اس کی یوں تمثیل دی گئی کہ ایک شخص اونٹنی پر اپنے خورد و نوش سے کا سارا سامان رکھ کر سفر پر نکلتا ہے اور ایک لق و دق صحرا سے گزرتا ہے۔ کسی جگہ ایک درخت نظر آ جاتا ہے۔ سوچتا ہے۔ ذرا دم لے لوں۔ اُونٹنی سے اُترتا ہے اور درخت کے نیچے سو جاتا ہے، آنکھ کھلتی ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ اُونٹنی سارے سامان سمیت لاپتہ ہے۔ تلاش میں دَر دَر کی خاک چھان ڈالتا ہے مگر اُونٹنی کا کہیں نام و نشان نہیں، مجبُور و مایوس ہو کر درخت کے نیچے آتا ہے کہ اب یہیں جان دینی ہے۔ آنکھ لگ جاتی ہے، کچھ دیر بعد جاگتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ سواری سارے سامان سمیت کھڑی ہے۔ اتنا خوش ہوتا ہے کہ فرطِ شادمانی میں اللہ کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ (اے اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں) یعنی مارے خوشی کے الفاظ اُلٹے کہہ دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ اپنے بندے کی توبہ پر اس سے بھی بڑھ کر خوش ہوتا ہے۔

پس تمام مسلمانوں کو چاہئیے کہ ہر طرح کی حرام کاری و بدکاری سے نہایت سختی کے ساتھ دُور رہنے کی کوشش کریں اور اگر خدانخواستہ لغزش ہو چکی ہے تو درِ توبہ کھلا ہے۔ اللہ کے حضور توبہ کریں۔ اور اس دُنیا سے جانے سے پہلے پہلے اس توبہ کے ذریعے اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے بچنے کی کوشش کریں۔ اللہ تمام مسلمانوں کو بُرے اور قبیح اعمال سے دُور رکھے اور جو مبتلائے معصیت ہو چکے ہیں۔ انہیں خالص توبہ کی توفیق دے۔ آمین۔

ضروری اعلان

مولانا عبدالرحمٰن سابق خطیب جامع مسجد اہل حدیث اور انچارج جامعہ ستاریہ کا اب جامع مسجد اور جامعہ ستاریہ پنواں سے کوئی تعلق نہیں ہے نہ وہ کسی قسم کا چندہ اکٹھا کرنے کا مجاز ہے۔ تمام احباب اس بارے میں محتاط رہیں۔ (حاجی محمد شریف، حاجی فیروزالدین صدر جمعیت اہل حدیث پنواں چک ۱۷۶ گ ب تحصیل و ضلع شیخوپورہ)

بحث ونظر

(قسط ۴)

مولانا برہان الدین سنبھلی۔ اُستاذ ندوۃ العلماء لکھنؤ

بینک سے تعاون اور اس کے انٹرسٹ (سود) کا شرعی حکم؟

"ضرورت" اور "حاجۃ" کا فیصلہ علماء کی جماعت کرے

لیکن اس نقل سے پہلے ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہو رہا ہے، وہ یہ ہے کہ جن چیزوں کے "حاجت" یا "ضرورت" میں شامل ہو جانے کی وجہ سے رخصت دیئے جانے کا فیصلہ کیا جائے۔ ان میں انفرادی رائے یا شخصی اجتہاد پر ہرگز دارومدار نہ رکھا جائے کیونکہ محض ایک دو عالموں — خواہ وہ کیسے ہی متدیّن اور وسیع العلم ہوں۔ — کی رائے کی بنیاد پر حرمت، کو، حلت، سے بدلنا بہت غیر ذمہ دارانہ اقدام ہوگا۔ ہاں! جب بالغ نظر علمائے حقانی کی معتدبہ تعداد اس پر متفق ہو تب اس کا فیصلہ کیا جائے گا تو انشاء اللہ اس میں خیر غالب ہوگی۔ ورنہ سخت غلطی میں مبتلا ہو جانا مُستبعد نہیں۔ خوش قسمتی سے مسئلہ زیر بحث میں (بینک سے تعاون جائز ہونے کے بارے میں مذکورہ بالا مجبوریوں یا اس جیسی دیگر حالتوں کے اندر) بکثرت علمائے ربانی کی رائیں متفق ہو گئی ہیں، انہی میں عصرِ حاضر کے مشہور محقق حنفی شامی عالم علامہ مصطفیٰ الزرقا بھی ہیں، ذیل میں انہی کے افادات — خاص طور پر — پیش کئے جا رہے ہیں، کیونکہ ہماری نظر میں اس موضوع پر سب سے زیادہ مفصل اور مکمل بحث علامہ موصوف ہی نے فرمائی ہے جسے خود موصوف نے علمائے عالم کے سامنے (سائیکلو اسٹائل کرکے) ایک علمی مذاکرہ کے موقع پر پیش فرمایا تھا (تفصیل آگے آرہی ہے)

علامہ مصطفےٰ الزرقاء کی رائے

موصوف ایک فاضلانہ تمہیدی بحث کرنے کے بعد سوال کے انداز میں فرماتے ہیں۔

هل إيداع النقود فی المصارف الربوية جائز شرعًا أم محظور؟

"کیا سودی بینکوں میں رقموں کا جمع رکھنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟

اس کے بعد خود ہی جواب دیتے ہیں:۔

إن هٰذه الايداع عن غير اضطرار هو محظورٌ وعملٌ إثمٌ لان فيه تقوية للمصرف على المراباة وهذه التقوية هی اعانة على المعصية۔

"اگر بغیر ضرورت کے رقمیں جمع کی گئی ہیں تو یہ گناہ کا کام ہے کیونکہ اس میں بینک کو سودی کاروبار میں تعاون دینا ہوگا، جو یقینًا اعانت علی المعصیۃ ہے۔"

اس کے قبل موصوف یہ بات بھی ایک موقع پر فرما چکے ہیں۔

وان أمكن القول بأن الاعانة على المعصية قد لا تبلغ فی الاثم درجة المعصية المعان عليها ذاتها۔

"اگرچہ یہ کہنا تو ممکن ہے کہ گناہ ہونے کے باوجود رقموں کا جمع رکھنا اس درجہ کا گناہ نہ ہو، جتنا خود سود لینا یا سودی کاروبار کرنا"

پھر فرماتے ہیں:۔

هذا اذا لم يكن الايداع فی المصارف الربوية بلا اضطرار فاذا لم يكن هنالك بد من هذا الايداع إما لصيانة المال أو لحاجة اخرى مشروعة كتسهيل تداوله وتحويله إلى الجهات التي يراد تحويله اليها فان الوجه حينئذ يختلف والمودع عندئذ غير آثم۔

"یہ گناہ جب ہی ہے کہ اس کو بلا "ضرورۃ" کیا جائے، لیکن اگر بینکوں میں روپیہ جمع رکھے بغیر چارۂ کار نہ ہو، خواہ مال کی حفاظت کی غرض سے، یا کسی اور معقول وجہ سے مثلاً رقم کی منتقلی میں سہولت، یا لین دین کی آسانی وغیرہ تو اس صورت میں مسئلہ کی نوعیت بدل جائے گی۔ اس صورت میں کھاتہ دار گناہ گار نہ ہوگا۔"

موصوف اس کے بعد یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ آج کل جن مصلحتوں کی وجہ سے بینکوں میں روپیہ رکھا جاتا ہے انہیں "ضرورت" یا "حاجت" کا درجہ دیا بھی جا سکتا ہے یا نہیں؟ (کہ جس کی بناء پر گناہ نہ ہونے کا حکم لگایا جائے) پھر خود ہی جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

ان كل من له بصيرة فی الاحوال والاوضاع الزمنية اليوم لا يستطيع ان ينكر وجود حاجة عامة بالناس إلى ايداع وفر نقودهم فی المصارف القائمة فی بلدانهم لأن حفظ النقود فی البيت أو المحال التجارية مخاطرة لا يفعلها ذو عقل .... ودفن الاموال فی المخابئ الأرضية هو اعظم خطرا ..... فاصبح إيداع الاموال فی المصارف حاجة لازمة للناس ان لم تكن ضرورة لازمة۔

"حالات زمانہ پر جس کی تھوڑی سی بھی نظر ہے وہ اس سے انکار نہیں کر سکے گا کہ اب بینکوں میں رقوم جمع رکھنا یقیناً حاجت میں داخل ہے، اس لئے کہ گھروں یا کوٹھیوں میں مال رکھنا خطرہ مول لینا ہے جسے کوئی بھی صاحب عقل گوارہ نہیں کرے گا اور دفینوں کے طور پر مال رکھنا اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے تو اب بینکوں کے علاوہ اور کوئی چارۂ کار نہیں رہ گیا ہے"

اس کے بعد موصوف (جزاہ اللہ خیراً) ایک بہت ہی اہم بات یہ فرماتے ہیں، جسے ان کے دل کی اصل آواز سمجھنا چاہیئے۔ ایسا دل جو تقویٰ اور خشیت خداوندی سے معمور ہو۔

فرماتے ہیں:۔

اما الحاجة التی تنزل منزل الضرورة فی الترخص فانها تبيح ولا توجب فلو صبر المكلف على الحاجة وتحمل الضيق والمشقة لا يكون عاصيا آثما۔

"مذکورہ بالا جس حاجت کو ضرورۃ کا درجہ دے کر بینکوں میں رقم رکھنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ بس وہ جواز کی حد تک ہی ہے، لازمی نہیں ہے، پس اگر کوئی شخص اصل حکم شریعت کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے اس سے دامن بچائے گا اور مشقت برداشت کرے گا تو وہ گنہگار نہ ہوگا۔" (بلکہ امید ہے کہ وہ ان شاء اللہ اجر کا مستحق ہوگا)

اور جب یہ مسلم ہے کہ اس طرح کے حالات میں سودی بینکوں سے تعاون لینا بدرجہ مجبوری ہی جائز ہو سکا ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہے کہ یہ جواز بس اس حد تک ہی ہو جس پر حاجت اور ضرورت موقوف ہے، اس سے زیادہ جائز نہ ہو۔ چنانچہ علامہ موصوف بھی یہی فرماتے ہیں۔

فلا يجوز تجاوز مقدار ما تندفع به الحاجة أو الاضطرار۔

جناب نعیم صدیقی - لاہور

كُونُوا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا

داعیانِ دین کے لئے باہمی الفت و محبت کی ضرورت

دین خدا کی طرف سے ایک رحمت ہے اور اس میں انسانیت سے محبت کی روح کام کرتی ہے۔ دین خدا کی محبت کا سرچشمہ دلوں میں جاری کرتا ہے اور پھر اس سے محبتِ صداقت اور محبتِ انسانیت کے دھارے بہ نکلتے ہیں۔ محبتِ انسانی کی معراج اخوت ہے۔

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا (آلِ عمران ۱۰۳)

"پھر اُس نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت بھر دی اور تم بھائی بھائی بن گئے"

حضورؐ نے فرمایا:-

"لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا" الحدیث (مشکوٰۃ۔ باب السلام، ص ۳۹۷)

"تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم صاحب ایمان نہ ہو اور تم صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک تم آپس میں محبت نہ کرو۔"

صبر، تحمل، رواداری، ہمدردی، رحم دلی، ایثار، خیر خواہی، مدارات، تواضع، حلم وغیرہ بے شمار خوبیاں ہیں جن کے سوتے سرچشمۂ محبت ہی سے پھوٹتے ہیں۔ بصورتِ دیگر اگر نفسانیت کی گدلاہٹ چشمۂ دل میں پیدا ہو جائے تو پھر متذکرہ خوبیوں کے بجائے کبر، حسد، نفرت، انتقام، تصادم، اشتعال، غیبت، تشدد، جتھے بندیاں، سازشیں اور اس طرح کے دوسرے رذائل انسان کی زندگی پر چھا جاتے ہیں۔

آنحضورؐ نے محبت کا ایک تقاضا یہ بتایا ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرو، جو کچھ اپنے لئے کرتے ہو، یعنی تم اپنے ساتھ کیسا برتاؤ چاہتے ہو؟ تم دوسروں کی طرف سے کس لہجے میں بات کرنا پسند کرتے ہو؟ تم کبر اور تحقیر کو دوسروں کی طرف سے اچھا سمجھتے ہو؟ تمہیں کیا کسی ساتھی کی انانیت مرغوب ہوتی ہے؟ تم کیسا مال پسند کرتے ہو؟ کیسی عزت اپنے لئے چاہتے ہو؟ کیا تمہیں اچھا لگتا ہے کہ بات بات پر لوگ تمہیں مجرم ٹھہرائیں؟ کیا تم ضد اور ہٹ دھری کے مظاہروں کو پسند کرتے ہو؟ کیا تم کو دھمکیاں دی جائیں تو تم خوش ہوتے ہو؟ پس جو جواب تم ان سوالوں کا اپنے لئے چاہتے ہو، وہی اپنے ہر بھائی کے لئے چاہو۔

محبت ذریعۂ ہم آہنگی ہے۔ محبت ایک دوسرے کا احترام سکھاتی ہے، محبت دلوں کو جوڑتی ہے، محبت ازالۂ شکوک و شبہات کا ذریعہ بنتی ہے اور محبت پر ذہنی صحتمندی اور کردار کی مضبوطی کا انحصار ہے۔

محبت ہو تو آدمی اپنے اقرباء اور رفقاء کی خوبیوں اور ان کے فضائل کی قدر کرتا ہے۔ ان کی کمزوریوں سے درگذر کرتا ہے اور اگر کسی کمزوری کی اصلاح مطلوب ہو تو ایسے خیرخواہانہ

اسلوب سے ملتا جلتا اور بات چیت کرتا ہے کہ اختلافات کے پہاڑ رُوئی کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔

مُحبّت دُوسروں کے دلوں کو نرم کرتی ہے اور مُحبّت ذہنوں کے بند دروازے کھول دیتی ہے۔ کسی کو بھائی کہہ کر (اور حقیقتاً سمجھ کر) بلانا، پاس بٹھانا، خود اس کے پاس چلے جانا، اس کے شکوک دُور کرنا، اُس سے شکایت ہو تو خوبصورت طریق سے بیان کرنا، یہ سب کچھ بہترین نتائج کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

محبّت ہوتی ہے تو آدمی دوسرے بھائی کو معاف کرنے کے لئے بآسانی رضامند ہو جاتا ہے اور محبّت ہی یہ ترغیب بھی دلاتی ہے کہ ایک شخص خود آگے بڑھ کر دوسرے سے اپنی کسی غلطی پر معافی مانگے۔

مُحبّت سے دل مالا مال ہو تو وہ کسی دوسرے کی کمزوری دیکھنے سے پہلے اپنے احوالِ درُوں اور اعمالِ ظاہر پر بھی نظر ڈال لیتا ہے۔

مُحبّت دوسروں سے خراج نہیں مانگتی بلکہ وہ اپنی طرف سے دُوسروں کے لئے ایثار کرتی ہے۔

مُحبّت ہو تو آدمی اپنے اُوپر والوں کا احترام کرتا ہے اور اپنے سے نیچے والوں سے شفقت رکھتا ہے۔

مُحبّت احترامِ آدمیت پیدا کرتی ہے اور ایک بھائی بڑے سے بڑے مرتبے پر ہو کر بھی کسی کو چھوٹا اور ادنیٰ قرار نہیں دیتا۔ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے، اور سارے انسان اس کے دیئے ہوئے اعزاز سے مالا مال ہیں، خصوصاً وہ لوگ جو کلمۃ اللہ کے قائل ہوں، وہ چاہے امیر ہوں یا فقیر ایک ہی خاندان ہیں۔

مُحبّت ہو تو سینے میں کسی کے لئے کینہ بھرا نہیں رہ سکتا۔ اور سینۂ بے کینہ سے جو بات نکلتی ہے وہ اثر رکھتی ہے۔

مُحبّت دعوتِ حق کو پھیلانے کے لئے بھی اشد ضروری ہے جو شخص یہ کام کرنا چاہے اس میں اتنا حوصلہ ہونا چاہئے کہ وہ لوگوں کی طرف سے نہ صرف تنقید اور اعتراض ٹھنڈے دل سے سُنے بلکہ ان کی بدکلامی اور یاوہ گوئی بھی برداشت کرے۔

مُحبّت کا جوہر پاس ہو تو آدمی دشمنوں سے بھی بات کرنے سے نہیں جھجکتا لیکن اگر لوگوں سے نفرت ہو تو پھر بہترین دلائل بھی کارگر نہیں ہوتے۔

مُحبّت کی فضا میں دلائل کا وزن اور بڑھ جاتا ہے جب کسی کو یقین ہو کہ ایک ایسا شخص مجھ سے بات کر رہا ہے جس میں نہ کبر ہے، نہ تحقیر ہے، نہ وہ کسی اونچائی پر کھڑا ہو کر بول رہا ہے، بلکہ وہ مجھ تک محض اس لئے ایک پیغامِ فلاح پہنچا رہا ہے کہ اس کے دل میں میرے لئے مُحبّت اور خیر خواہی ہے تو وہ بات سُنتا ہے اور اس سے اثر لیتا ہے اگر فوراً نہیں تو کچھ مدّت کی مساعیٔ پے بہ پے کے نتیجے میں اس کے اندر تبدیلی نمودار ہوتی ہے۔

لوگ جب ایک دعوت کے علم[illegible] دل میں ایک مُدّت تک مُحبّت کا نور جلوہ فرما دیکھتے ہیں، کوئی جھگڑا اُن کے سامنے نہیں آتا، کوئی گالم گلوچ اور ہاتھا پائی نہیں ہوتی۔ اختلافات پر رسّہ کشی کا تماشا دکھائی نہیں دیتا۔ کہیں وہ اُن کو ایک دوسرے کے خلاف غیبت کرتے اور غائبانہ طور پر الزام لگاتے نہیں دیکھتے ہیں، کہیں وہ اُن کی الگ الگ ٹولیوں میں کھُسر پھُسر کا دَور چلتا نہیں پاتے تو پھر وہ ایسے لوگوں کے مجموعی طرزِ عمل سے متاثر ہو کر آہستہ آہستہ ان کے قریب ہوتے اور اُن کی دعوت قبول کرتے ہیں۔

صاحبِ دعوت کے طرزِ عمل کے کسی پہلو میں مُحبّت کے بجائے اگر نفسانیت کارفرما ہوتی ہے تو خوشنما ساحرانہ لفّاظیوں سے اوّل تو کوئی بڑا نتیجہ نہیں نکلتا اور اگر اِکّا دُکّا افراد جذباتی اثر لے بھی لیتے ہیں تو اندر چھُپی ہوئی غلاظتوں کے وہ جس قدر قریب جاتے ہیں اور اُن کی بدبُو اور سڑاند محسوس کرتے ہیں تو وہ یا تو ساتھ چلتے ہوئے خود بھی بگڑتے ہیں اور دوسروں میں بھی مزید بگاڑ پیدا کرتے ہیں، یا پھر وہ کوسوں دُور بھاگ جاتے

ہیں۔ اور پھر کوئی خوشنما نعرہ اور کوئی پُرجوش مظاہرہ اُنہیں کو کھینچ کے واپس نہیں لاسکتا۔

محبت میں انسانوں کے لئے کشش ہے ـــ بیوی بچوں کے دائرے میں، پڑوسیوں اور دوستوں کے دائرے میں رفیقوں اور ہم سفروں کے دائرے میں، ایک دفتر اور ایک ادارے میں مل کر کام کرنے والوں کے دائرے میں۔ محبت نہ ہو تو آدمی کی شخصیت دُوسروں کو دُور دھکیلنے کا سبب بن جاتی ہے۔

یہ کشش جب کم ہو جاتی ہے تو لوگ چھوٹے چھوٹے قواعد اور ضابطوں کی کسی ایک تعبیر کی آڑ لے کر مشکل سے حاصل شدہ قیمتی افراد کو پل بھر میں دُور پھینک دیتے ہیں۔ حالانکہ اہل دعوت کا اصل کام یہ ہے کہ وہ تھوڑی سی خوبیاں رکھنے والے انسانوں کو بھی اپنی طرف کھینچیں، پھر اور قریب کریں۔ یہاں تک کہ ان کو جذب کر لیں۔

پس خدا کے دین کی دعوت دینے والے لوگ اگر اُلفتِ قلوب اور مقامِ اخوت تک پہنچنے میں کوتاہ رہ جائیں تو وہ درحقیقت اپنی دعوت اور مقصد کو نقصان پہنچانے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

محبت خود اجتماعیت کی بھی ایک ضرورت ہے۔

اوّل تو قسم قسم کے کبر اور طرح طرح کی کدورتیں رکھنے والے لوگ کبھی جمع ہو کر کوئی ٹھوس نظم بنا ہی نہیں سکتے، لیکن اگر بنا بھی لیں تو اُسے چلا نہیں سکتے، اور اگر انہیں پہلے سے کوئی بنا بنایا دینی نظامِ محبت و اخوت مل جائے تو وہ اپنے طرزِ عمل کے چند جھٹکوں سے اس کے بھی انجر پنجر کو ہلا کر رکھ دیں گے۔

وہ بھی محبت ہی ہوتی ہے جو رہنماؤں اور ذمہ دار اصحاب کے ساتھ ارکان اور کارکنوں کو جوڑتی ہے اور اُن کے دلوں میں اپنی صفِ اوّل کا خاص احترام پیدا کرتی ہے جوابًا رہنماؤں اور ذمہ دار حضرات کا بھی فریضہ یہ ہے کہ اُنہیں ارکان اور کارکنوں سے مشفقانہ محبت رکھیں جن کے جڑنے سے اجتماعیت کی ایک مشینری بنی اور چل رہی ہے۔ اور ان میں سے ہر فرد اُن کی بڑائی اور عظمت اور ان کے احترام کا اعتراف کرتے ہوئے اور ان سے محبت رکھتے ہوئے اُن کے احکام کو تسلیم کرتا ہے۔

کوئی شک نہیں کہ عمائد و اکابر کو کبھی نہ کبھی کسی خرابی کا ازالہ کرنے کے لئے سخت احکام بھی دینے پڑتے ہیں۔ اور وہ سب محبت، صداقت اور محبتِ اجتماعیت کی وجہ سے ہوتے ہیں، مگر دین کے لئے جو رضاکارانہ اجتماعیت کام کر رہی ہوتی ہے۔ اس میں اگر اکثر و بیشتر تحکم کا انداز اختیار کیا جانے لگے۔ لوگوں کی بات نہ سُنی جائے، اُن کی معقول شکایات کا اعتراف کر کے اصلاح کرنے کا جذبہ نہ ظاہر کیا جائے، ان کو اطمینان بخش جواب نہ دیے جائیں، ان کے جائز حقوق کو وزن نہ دیا جائے۔ اُن کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہ کیا جائے تو آہستہ آہستہ پھر سارا نظامِ سمع و طاعت ایک مشینی سیاست کاری بن جاتا ہے۔ جس میں بے جان پُرزے مل جل کر ایک حرکت کرتے ہیں۔ مگر ان میں انسانی نظم کی اصل رُوح باقی نہیں رہتی۔

لوگ اگر تنقید و احتساب کریں تو محبتِ باہمی کا تقاضا یہ ہے کہ خندہ پیشانی سے ان کے احساسات کو معلوم کیا جائے۔ کوئی غلط فہمی ہو تو انہیں مناسب طور سے بات سمجھا دی جائے، اگر اُن کے اُٹھائے ہوئے نکات کا کوئی جزو بھی برحق ہو تو اُن کے سامنے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس کا اعتراف کیا جائے یا کسی خرابی یا کمزوری کے ازالے کی فکر کی جائے، بلکہ علوِّ مرتبہ تو یہ ہے کہ خود دعوتِ تنقید و احتساب دی جائے اور اگر کوئی بات کرنے میں جھجکے تو اس کی ہمت افزائی کی جائے۔ کہ دل جمعی سے اپنی پوری بات کہو۔

اجتماعیت کی لازمی صورت شورائیت ہے۔ اس سطح پر بھی جب دس پچاس افراد یک جا ہوتے ہیں تو پیشِ نظر موضوعات پر لوگوں کی رائیں مختلف ہوتی ہیں۔ اندازِ بیان مختلف ہوتے ہیں۔ لب و لہجہ مختلف ہوتا ہے۔ ایسی مجالس میں تنقید و احتساب کے مراحل بھی آتے ہیں، لیکن یہ ساری چیزیں جس

نفرت سے صاف ہو جاتی ہیں۔ وہ دلائل و حقائق کے اندر کام کرنے والی محبت ہوتی ہے۔

اجتماعیت میں کبھی کبھار خاص خاص نزاعات بھی نمودار ہوتے ہیں اور ان کو یا تو مصالحانہ طریق سے حل کرنا ہوتا ہے یا عدالتی طریق سے اور ہر دو طریقوں میں وہی جذبۂ محبت (محبتِ خدا اور محبتِ صداقت اور محبتِ رفقاء) کارفرما ہونا چاہیئے۔ ایسی کارروائی میں ہر فریق کو یہ احساس ہو کہ اس کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے اور کسی شخص کے ساتھ عمر یا علم یا عہدے کی بنا پر کوئی خاص رعایت روا نہیں رکھی گئی ہے، نیز کسی کی غلطی کے بالمقابل اس کی خدمات کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اس جوہرِ محبت سے خالی جب کوئی شخص میدان میں آتا ہے تو اچھی خاصی اجتماعیت کو بکھیر دیتا ہے اور جب کوئی دوسرا شخص پیکرِ محبت بن کر ذمہ داری سنبھالتا ہے تو بکھرے تارے مل کر پھر کہکشاں بن جاتے ہیں۔

یہ گفتگو تو محض برائے تذکرہ ہے کہ انسانیت کو پروان چڑھانے والے اس مادہ پرستانہ دور میں ہم خدا کی محبت، صداقت کی محبت اور انسانوں (خصوصاً رفقائے مقصد) کی محبت کا سرمایہ اپنے خزانۂ روح میں کم نہ ہونے دیں۔

آج کے معاشروں میں سیلز مینوں کا میٹھا تکلم رہ گیا ہے یا سیلز گرلز کا مصنوعی تبسم۔

کرۂ ارضی کے تمام انسان قسم قسم کی انسانی خدائیوں کے پجاری ہیں اور ہر کسی پر خوف و غم، حسرت و ارمان، یاس و قنوط، قلق و اضطراب اور انتشار و التہاب کی وباؤں کا شدید حملہ ہے۔

اس قسم کی فضا کے محافظوں کے خلاف کبھی اگر جہاد بھی کرنا پڑتا ہے تو اس میں ان ہزارہا انسانوں کو بچانے کے لئے محبتِ انسانیت کام کر رہی ہوتی ہے جو اس فضا میں پس رہے ہوتے ہیں۔

اے وہ لوگو جو ساری نوعِ انسانی کو کینہ و نفرت اور سفاد و تعیش اور تشدد و جرم سے بھرے ہوئے اس ماحول سے بچا نکالنا چاہتے ہو، خدا کے لئے تاریکی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کے سامنے محبتِ خدا اور محبتِ صداقت اور محبتِ انسانیت کے چراغ روشن کرو۔

اگر تم نے خود اپنے اندر یہ چراغ گل کر لئے، اپنے ہی دلوں کے گرد دھواں دھاری پیدا کر دی اور آہستہ آہستہ تم خود ہی بحرِ ظلمات میں ڈوبنے لگ گئے تو پھر اربوں انسانوں کو کون سہارا دے گا۔ "كُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا"

(بشکریہ ترجمان القرآن لاہور)

بقیہ: بینک سے تعاون

"حدِ ضرورۃ" یا حاجت، سے تجاوز جائز نہیں ہوگا"

اسی لئے جب غیر سودی بینکوں کا قیام ہو جائے اور ان میں رقموں کا جمع کرنا اور ان سے دوسری خدمات لینا ممکن ہو تو پھر سودی بینکوں میں جمع کرنا اور ان سے تعاون قطعاً جائز نہ ہوگا، چنانچہ یہی بات ممدوح نے بھی بصراحت فرما دی ہے۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ مجبوری اور عذر کی وجہ سے بینکوں میں روپیہ جمع کرنا اور ان سے تعاون بس اس حد تک جائز ہے جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو، تو اس سے زائد حد میں جائز نہیں ہوگا، کیونکہ "الضرورۃ تقدر بقدرھا" اور "ما جاز لعذر بطل بزوالہ" کا یہی تقاضا ہے (اس قاعدہ کی تفصیل اور دلیل اُوپر گذر چکی ہے) (باقی)

چوہدری عبدالرحمٰن صاحب ساہیوال کا انتقال

افسوس ہے کہ جماعت کے ایک مخلص بزرگ اور ادارہ کے معاون اور خصوصی دعا گو چوہدری عبدالرحمٰن صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر (آف پاک پتن) حال ساہیوال ۲۷ر فروری ۱۹۸۴ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قارئین کرام مرحوم کی مغفرت کے لئے خصوصی دعاد فرمائیں۔

(ادارہ)

تحقیق و تنقید　　(قسط ۳۲)

مولانا صغیر احمد شاغف بہاری

محمّدی صراطِ مُستقیم بجواب دیوبندی صراطِ مُستقیم

حنفی اس کے بعد مولانا لدھیانوی صاحب نے سلیک غطفانی کے اُس واقعے کی، جس سے دورانِ خطبہ دو مختصر رکعت پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے، مختلف توجیہیں کی ہیں کہ شاید یہ استثنائی حکم تھا جو صرف انہی کے ساتھ خاص تھا، یا پھر یہ خبر واحد ہے، جس کی کوئی اہمیت نہیں۔ نیز یہ تعاملِ صحابہ کے خلاف ہے۔ اور صحابہ کے عمل کو چھوڑنا یا انہیں حدیث سے بے خبر قرار دینا یہ رفض و تشیّع ہے۔ علاوہ ازیں بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ نے سلیک غطفانی کو دو رکعت نماز ادا کرنے کا حکم دیا تو آپ نے اتنی دیر خطبہ بند رکھا۔ نیز خطبہ سُننا فرض ہے اور تحیۃ المسجد مستحب، اس لئے خطبے کے دوران تحیۃ المسجد پڑھنا صحیح نہیں وغیرہ وغیرہ (ملخصاً ص ۲۲۵-۲۳۲)

اہل حدیث یہاں میں بھی تمام اُمور پر نمبر وار نقد پیش کر رہا ہوں، بغور سے سُنئے اور صحیح بات پر عمل کرنے کی کوشش کیجئے۔

۱۔ قرآن کریم اور احادیث و آثار کا صحیح مفہوم باصُول محدّثین واضح کر چکا ہوں۔ جمہور صحابہ اور تابعین سے کوئی صریح نص نہیں کہ انہوں نے دورانِ خطبہ جمعہ آنے والے کو نماز سے منع فرمایا ہو۔ امام ترمذی جیسے ماہر مذاہب نے بھی یہاں اس باب میں کسی ایک صحابی کا یہ مذہب نہیں بیان کیا، جس نے اس سے منع فرمایا ہو۔ امام نووی نے قاضی عیاض کے حوالے سے جو قول ذکر کیا ہے اس کو ابن حجر نے احتمال بالفاظِ دِگر ظنّ و تخمین قرار دیا ہے۔ اس لئے بار بار جمہور صحابہ خُلفائے راشدین اور تابعین کو مانعین میں شمار کرنا قلت علم پر مبنی ہے۔ اور جب صحابہ سے ممانعت مروی نہیں تو پھر اس کے بعد جو باتیں آپ نے لکھی ہیں وہ سب بے سر پیر کی ہُوئیں۔ لہٰذا ان کا دفاع کرنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ بے سر پیر کی باتیں جو صحابہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں ان کا انکار کرنا ہی ان کی طرف سے دفاع کامل ہے۔

۲۔ اُوپر جو باتیں لکھی گئی ہیں اگر کسی کا دل رفض کی بیماریوں سے پاک ہو تو پھر اس قسم کی بے بنیاد باتیں بنا کر حدیث رسول پر عمل کرنے سے روکنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ صحابہ کی طرف سے تو دفاع کامل کر چکا۔ اب امام ابوحنیفہ رح کی طرف سے دفاع کا سوال ہے تو میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ امام ابوحنیفہ کو دراصل ان کے مقلدوں نے ہی بدنام کیا ہے ان کے نام پر غلط بے بنیاد جھوٹے مسائل گھڑ کر فقہ حنفی کے نام سے جمع کر دیا ہے لہٰذا جس کو پوری حقیقت کا علم نہیں وہ یہی سمجھے گا کہ یہ امام ابوحنیفہ رح ہی کا فرمان ہے گویا امام ابوحنیفہ سے خلق خدا کو بدظن کرنے کا کام خود احناف نے کیا ہے۔

ان تشریحات سے واضح ہو گیا کہ کسی صحابی نے کسی حدیث کی مخالفت کی ہی نہیں تو پھر الزام کیسا۔ اور اگر کسی صحابی یا تابعی یا کسی امام و فقیہ سے کسی حدیث کے خلاف عمل ثابت

ہو تو اسے عدم علم پر مبنی قرار دیا جائے گا۔

خبر واحد اور تعامل صحابہ وغیرہ کا چکر تو مقلدانہ حیلہ ہے۔ جب صحابہؓ سے حدیث کے خلاف عمل کا ثبوت ہی نہ ہو یا کسی صحابی یا چند صحابہ سے کوئی ایک دو واقعہ ثابت بھی ہو جائے تو اس کی حیثیت بھی خبرِ واحد ہی کی ہوگی۔ لہٰذا حدیث رسول پر عمل واجب ہوگا اور اس واقعہ کو عدم علم پر مبنی قرار دیا جائے گا، اور یہی طریقہ رفض سے بچنے کا ہو گا۔ لہٰذا ان دونوں طریقوں میں جس کو جو طریقہ پسند آئے وہ اختیار کرے اور بروزِ قیامت اللہ و رسول کو دو بدو جوابدہی کا خیال رکھے۔

۳۔ یہ قضیہ ہی غلط ہے صحابہ نے واقعہ سلیک غطفانی سے عام ہی حکم سمجھا اور اس پر عمل بھی کیا۔ ابو سعید خدری جو فقہائے صحابہ میں سے ہیں ان سے بصراحت بسند صحیح اسے واقعہ والی روایت پر عمل ثابت ہے۔ اگر کسی میں ہمت ہو، تو ذخائرِ احادیث سے کسی ایک صحابی سے بصراحت و بسند صحیح یہ ثابت کر دے کہ اس واقعہ کا تعلق صرف سلیک ہی سے تھا۔ عام حکم نہیں ہے۔ دوسری وجہ بھی ثابت نہیں بلکہ جھوٹی روایت پر اس کی بنیاد نہیں ہے۔

۴۔ یہ توجیہات تو قلتِ علم و عدم تدبّر پر مبنی ہیں۔ اگر واقعات پر غائر نظر ڈالی جائے تو دو شکلیں نظر آئیں گی۔ یعنی بعض روایتوں میں یہ امکان موجود ہے کہ سنّت پڑھنے کے بعد اس صحابی سے دو واقعے صادر ہوئے ہیں۔ اور بعض روایتوں میں یہ امکان ہے کہ وہ ابتدائی دَور کے واقعات ہیں اور سلیک غطفانی کا واقعہ آخری دَور کا ہے۔ لہٰذا یہ چاروں حوالے جو الف کے تحت منقول ہیں اس واقعہ کے متضاد نہیں ان میں تطبیق کی صورت موجود ہے۔

" ب " کے تحت جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ اس لیے کہ آپ حضرات مُصر ہیں اس بات پر کہ اس نماز کا نام تحیۃ المسجد ہے۔ حالانکہ احادیث میں اس کا نام مذکور نہیں۔ پھر سلیک نے لاعلمی کی بنا پر ایسا کیا اور یہیں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ
اللہ کے رسولؐ نے اسی موقع پر اس کا عام حکم ارشاد فرمایا کہ آنے والا پہلے دو رکعت پڑھے پھر بیٹھے البتہ لاعلمی یا بھول سے کوئی آکر بیٹھ جائے تو اسے پھر اٹھ کر بھی دو رکعت پڑھنا ضروری ہے۔ اگر ضروری نہ ہوتا تو حضورؐ یہ ارشاد فرماتے کہ اس دفعہ تو تم نے ایسا کیا ہے آئندہ سے ایسا نہیں کرنا لیکن آپ نے ان کو نماز پڑھنے کا حکم دیا اور تمام حاضرین کو مخاطب فرما کر کہا: " اذا جاء احدکم الحدیث "

" ج " کے تحت آپ نے جو مسلم کی روایت نقل کی ہے اس سے قبل جو روایتیں مذکور ہیں انہیں آپ نے کیوں چھوڑ دیا۔ جناب یہ روایت متابعات کے قبیل سے ہے۔ اصل روایت جو مسلم کی مقصود بالذات ہے۔ ان میں تو یہ وضاحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقاعدہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پتہ نہیں علمائے احناف کو اور روایتیں کیوں نظر نہیں آئیں۔

سُنن کبریٰ امام نسائی کے حوالے سے جو نصب الرایہ میں مذکور ہے وہ صاحب نصب الرایہ کا ذہول ہے۔ سنن کبریٰ کے قلمی دو نسخے اس وقت میرے پاس موجود ہیں۔ اس میں جو عنوانِ باب ہے وہ اس طرح ہے۔ " الصلاۃ قبل الجمعۃ والامام علی المنبر " (المخطوطہ ص ۵۴)

دارقطنی اور ابن ابی شیبہ کی روایت جس سے اس بات پر استدلال ہے کہ نماز پڑھنے کا آپ نے حکم فرمایا اور اس وقت تک رکے رہے جب تک سلیک نے نماز ختم نہ کر لی۔ یہ روایت قابلِ حجت نہیں کیونکہ بعض طرق ضعیف اور بعض مرسل ہیں اور مرسل بھی عند المحدثین ضعیف کے حکم میں ہے۔ اور جن کے نزدیک مرسل حجت ہے ان کے نزدیک بھی مرفوع متصل صحیح کو چھوڑ کر مرسل کو حجت قرار دینا جائز نہیں اور اگر کسی کے پاس ہو بھی تو یہ غلط اصول ہے اس لئے قبول نہیں۔

اگر صرف صدقہ ہی دلانا مقصود ہوتا تو پھر آپ یہ نہ فرماتے کہ " اذا جاء احدکم الحدیث " لہٰذا علت جو بھی رہی ہو حکم عام ہے اور قیامت تک کے لئے ہے قرآن و احادیث

بہت سارے احکام ایسے ہیں جو کسی خاص وجہ سے نازل ہوئے لیکن اہل علم جانتے ہیں کہ پھر ان کا حکم عام ہے اور یہاں تو بالوضاحت عام ہے۔

"شاید باید" تو احناف کے لئے کار آمد باتیں ہیں۔ لیکن قرائن تو یہ ہیں کہ حضور نے درمیانِ خطبہ ہی صدقہ کی فضیلت بیان کی اور لوگوں نے صدقے دیئے اور بعد نمازِ جمعہ ان کو ان میں سے دو جوڑے عطا فرمائے۔ یہ بھی قرینہ ہے کہ حضور نے ان کو صرف صدقہ دلانے کی غرض سے نماز کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر یہی غرض ہوتی تو آپ سلیک کے نام سے چندہ کرتے اور جب ان کے نام سے چندہ کرتے تو کل ان ہی کو دے دیتے لیکن آپ کی پیش کردہ روایت بتاتی ہے کہ آپ نے صرف دو ہی جوڑے عطا فرمائے۔

"لیکن" سے جو استدلال آپ نے کیا ہے وہ "تو" ان بے بنیاد روایتوں کی بنا پر ہے ورنہ یہاں اس استدراک کی ضرورت ہی نہیں لہذا یہ سنت عام ہے اور وقتِ ضرورت خطیب اب بھی رفاہِ عام کے لئے درمیانِ خطبہ چندہ کی اپیل کر سکتا ہے۔ یہ بھی سنتِ نبوی ہے۔ صحیحین کی روایت صلوٰۃ عیدین و خطبہ کے سلسلہ میں مذکور ہے جس میں صدقہ کی ترغیب اور عورتوں کا صدقہ دینا مذکور ہے۔

اوپر جو باتیں بیان ہوئیں ان سے واضح ہو گیا کہ جن لوگوں نے اس سنت سے جان چھڑانے کے لئے جتنے حیلے تراشے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں لہذا ہر آنے والا سب سے پہلے دو رکعت ادا کرے پھر بیٹھے یہ حکم الی یوم القیامۃ ہے۔

"د" کے تحت جو باتیں آپ نے لکھی ہیں وہ بھی جان چھڑانے والی ہی ہیں۔ جب محدثین نے سیاق و سباق کو سامنے رکھتے ہوئے بالکل دیانت داری کے ساتھ حدیث نبوی کا یہ مطلب لیا ہے کہ آئندہ تاخیر سے آنے کی ممانعت فرمائی اور اس پر ابو سعید خدری کا عمل بھی دلالت کر رہا ہے تو پھر محض کسی فقہی ٹولہ کے چند اشخاص کی وہ تاویل کب قابلِ قبول ہو گی جو انہوں نے اپنے مزعومہ مسلک کو ثابت کرنے کے لئے کی ہے۔

خلفائے راشدین اور جمہور صحابہ نے ہرگز یہ نہیں سمجھا۔ اگر کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو لائے ورنہ آپ حضرات کا یہ فلسفۂ خانہ زاد بالکل قابلِ قبول نہیں بلکہ آئندہ جمعہ پھر دوبارہ پڑھانا اس بات پر قوی قرینہ ہے کہ یہ حکم عام تھا لیکن اس صحابی سے بربنائے ذہول پھر وہی حرکت سرزد ہوئی جو پہلے ہوئی تھی۔

خلاصہ کلام یہ کہ خلفائے راشدین اور جمہور صحابہ کے نام پر یہ سراسر دھوکا ہے بلکہ کسی ایک معمولی صحابی سے بھی ممانعت ثابت نہیں۔

۵۔ جب معلوم ہے کہ سلیک متاخر الاسلام ہیں اور آپ نے نماز و کلام سے ممانعت "اذا قرئ القرآن۔ الخ" والی آیت سے ثابت کرنے کی کوشش سر فہرست کی ہے۔ پھر یہ کہنا کہ بعد میں اس کی ممانعت ہوئی ہو کیسے صحیح ہو گا؟

جناب ہمارے سامنے ہمارے ذخائر بیک وقت موجود ہیں اسی لئے ہمارے اوپر فرض ہے کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ پر عمل کریں۔ صحابہ میں سے بعض کو بعض باتیں معلوم تھیں اور بعض کو نہیں اس لئے ان پر پکڑ نہیں۔ لہٰذا ابو سعید خدری رض حضرت جابر رض وغیرہ جو اس واقعہ سلیک کے عینی شاہد ہیں اور وہ اس واقعہ کو نقل کرتے ہوئے رسول کریم کے زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ نقل فرماتے ہیں جس سے حکم ثابت ہوتا ہے تو پھر کسی دوسرے کی باتوں پر یقین کر کے اس سنت کا ترک کرنا کب روا ہو گا۔ حضرت علی رض اور ابن مسعود سے جو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان سے کب ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے احادیث نبویہ سے متعلق بھی پوری معلومات جمع کر رکھی تھیں اس کے برخلاف دونوں حضرات سے کتب احادیث میں مرویات موجود ہیں کہ بہت سارے واقعات و سنن کا علم

ان کو نہیں تھا۔ لہٰذا ان حضرات کے نام پر غلط باتیں منسوب کر کے اپنا اُلو سیدھا کرنا ظلم عظیم ہو گا۔

۶۔ یہ تو آپ ارشاد فرما رہے ہیں ورنہ شروع ہی میں ابن حزم کے حوالہ سے میں بتا چکا ہوں کہ یہ حکم تاکیدی ہے گویا قریب تھا کہ فرض قرار دیا جاتا لیکن فرائض کا فیصلہ شب معراج میں ہو چکا تھا لہٰذا اس تاکیدی حکم پر عمل ضروری ہوا اُسے عام حالات اور تحیۃ المسجد سے ملانا لاعلمی کی دلیل ہے۔ اس حدیث پر عمل کرنے سے نہ کسی آیت اور نہ کسی حدیث اور نہ ہی کسی صحابی کے عمل کو چھوڑنا لازم آتا ہے بلکہ اس پر عمل عین قرآن وحدیث کا اور خلفائے راشدین اور جمیع صحابہ و تابعین بلکہ جمیع مسلمانان دنیا کی متفقہ رائے ہے تاہم رہا ابو سعید خدری کا واقعہ تو سوال میں واقعہ جس طرح بھی بیان کیا گیا ہو لیکن اس سے آپ کو بھی انکار نہیں کہ ابو سعید خدری نے نماز پڑھی۔ شرطہ نے روکا اور آپ نے اسی واقعہ سلیک سے استدلال فرمایا اور آپؓ کا شمار فقہاء صحابہ میں ہوتا ہے لہٰذا آپ کا استدلال حق تھا اور اس کے رد کرنے کے لئے علمائے احناف نے جو تاویلات کے دروازے کھولے ہیں وہ قابل قبول نہیں۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اس بحث کے خاتمہ پر کتب احادیث معتبرہ سے ائمہ محدثین نے جو اس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کا مختصر ذکر کر دوں۔ اس ضمن میں تبویب اور احادیث نقل کروں گا۔

۱۔ قال البخاری فی جامعہ: باب من جاء والامام یخطب صلی رکعتین خفیفتین عن جابر قال: دَخَلَ رجلٌ یوم الجمعۃ والنبیّ صلی اللہ علیہ وسلم یَخْطُبُ فقال: "اَصَلَّیْتَ" قال: لا، قال: فَصَلِّ رَکعتین" وفی باب التطوع مثنی الخ "اذا جاء اُحدکم والامام یخطب أو قد خرج فَلْیُصَلِّ رکعتین"

۲۔ وفی صحیح مسلم فی کتاب الجمعۃ: عنہ قال: بینا النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یوم الجمعۃ اذ جاء رجلٌ فقال لہ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم "أَصَلَّیْتَ یا فلان"؟ قال: لا، قال: قُمْ فَارْکَعْ۔ ذکرہ بسبعۃ إسناد۔

۳۔ وفی سنن أبی داود: باب اذا دخل الرجل والامام یخطب۔ ذکر فیہ حدیث جابر بثلاثۃ اسناد، وزاد فی الثالث: ثم أُقبل علی الناس قال: "إِذا جاء أحدکم والامام یخطب فلیصل رکعتین یَتَجَوَّزْ فیہِمَا۔"

۴۔ وفی جامع الترمذی: باب ما جاء فی رکعتین اذا جاء الرجل والامام یخطب: ذکر فیہ أولا حدیث جابر ثم حدیث أبی سعید أن أبا سعید الخدری دَخَلَ یومَ الجمعۃِ ومروانُ یخطبُ فقام یُصَلّی، فجاء الحرسُ لیُجْلِسُوْہُ، فأبٰی حتی صلّی، فلما انصرف أتیناہ فقلنا: رَحِمَکَ اللّٰہُ إن کادُوا لَیَقَعُوا بِکَ فقال: ما کنتُ لأترکہما بعد شیءٍ رأیتُہ من رسولِ اللّٰہِ صلّی اللہ علیہ وسلّم، ثم ذکر أن رجلًا جاء یوم الجمعۃ فی ہیئۃٍ بَذّۃٍ والنبیُّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یخطبُ یومَ الجمعۃ فأمرہٗ فصلّی رکعتین والنبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یخطب وقال حسن صحیح ثم ذکر، کان ابن عیینۃ یصلی رکعتین اذا جاء والامام یخطب ویأمر بہ وکان ابوعبد الرحمٰن المقری یراہ۔ والعمل علی ہذا عند بعض اہل العلم وبہ یقول الشافعی وأحمد واسحاق وقال بعضہم إذا دخل والامام یخطب فانہ یَجْلِسُ وَلَا یُصَلّی

وھو قول سفیان الثوری و أھل الکوفة۔
والقول الاول اصح - وفی الباب عن جابر
وأبی ھریرة، وسھل بن سعد۔ أما حدیث
جابر فأراد بہ غیر ھذا الحدیث وھو ما رواہ
الطبرانی عن جابر قال: دخل النعمان
بن نوفل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
علی المنبر یخطب یوم الجمعة فقال لہ النبی
صلی اللہ علیہ وسلم: صَلِّ رَکْعَتَیْنِ و
تَجَوَّزْ فیھما، فاذا أتی أحدکم یوم الجمعة
والامام یخطب فلیصل رکعتین ولیخففھما
وحدیث ابوھریرة أخرجہ ابن ماجہ، و
حدیث سھل بن سعد أخرجہ ابن ابی
حاتم (فی العلل) وعن خالد القرشی قال رأیت
الحسن البصری دخل المسجد یوم الجمعة
والامام یخطب فصلی رکعتین ثم جلس
إنما فعل الحسن اتباعًا للحدیث وھو
روی عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ھذا الحدیث (نقلا عن التحفة مع تغییر
یسیر وبتقدیم وتأخیر)۔

۵ - وفی سنن النسائی: باب الصلوٰة یوم
الجمعة لمن جاء والامام یخطب ذکر فیہ
حدیث جابر۔

۶ - وفی سنن ابن ماجہ: باب ما جاء
فیمن دخل المسجد والامام یخطب ذکر فیہ
حدیث جابر باسنادین وحدیث أبی سعید
الخدری المرفوع منہ۔

۷ - وفی سنن الدارمی: باب فیمن دخل المسجد
یوم الجمعة والامام یخطب: ذکر فیہ حدیث
جابر وحدیث ابی سعید الخدری وحدیث الحسن
وقال بعدہ: قال ابو محمد (أی الدارمی)
أقول بہ۔

۸ - وقد بوب علیہ ابن خزیمة فی
صحیحہ أربعة ابواب، وفی ھذہ الابواب ادخل
حدیث أبی سعید وجابر۔

ہم نے ان آٹھ کتابوں سے تبویب و حدیثیں نقل کر دی ہیں۔ اور یہ وہ آٹھ ائمہ ہیں جن کی امانت و دیانت فطانت فقاہت پر جمیع اُمّت متفق ہے سوائے ان چند لوگوں کے جن کے دل میں محدثین کی طرف سے بُغض بھرا ہوا ہے اور یہ وہ آٹھ کتابیں ہیں جن میں احادیث نبویہ کا ذخیرہ ہے اور اسلامی احکام کا مصدر ثانی ہے۔

ان تمام محدثین نے امام کے خطبہ دینے اور منبر پر تشریف لانے کے بعد ان تمام لوگوں کے لئے جو مسجد میں پہلے سے موجود تھے ان کا حکم الگ بیان کیا ہے اور اس شخص کے لئے جو بعد میں یعنی خطبہ شروع ہونے کے بعد آئے۔ اس کا حکم الگ بیان کیا ہے۔

پس ان تمام سے یہ معلوم ہوا کہ جو شخص جمعہ کو مسجد میں پہلے سے موجود ہو اور امام خطبہ کے لئے منبر پر تشریف لا چکے تو پھر اس شخص کو تمام مشاغل یعنی نماز تلاوت ذکر و اذکار سب کچھ چھوڑ کر ہمہ تن گوش ہو کر خطبہ سننا چاہیے لیکن جو شخص کسی عذر کی بنا پر خطبہ شروع ہونے کے بعد مسجد میں تشریف لائے تو اس شخص کے لئے استثنائی حکم دربار نبوی سے یہ ملا ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوتے ہی پہلے دو رکعت پڑھے پھر بیٹھ جائے اس پر صحابہ تابعین ائمہ محدثین و فقہاء سے عمل متواتر نسلاً بعد نسلٍ آج تک چلا آ رہا ہے سوائے چند فقہاء کے کہ جنہوں نے مطلقاً نماز سے منع فرمایا ہے لیکن ان کا یہ قول صحیح نہیں۔ لہٰذا صحیح قول پر عمل واجب ہے اس کے خلاف کسی ایک صحابی سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے کسی ایسے شخص کو جو خطبہ شروع ہونے پر آیا ہو اور اسے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہو۔ اس باب میں جتنے دعوے کئے جاتے ہیں وہ سب تخمین و ظنی و قیاس پر مبنی ہیں لہٰذا احادیث رسول کو

چھوڑ کر قیاس و اجتہاد پر عمل کرنا باعث خسران آخرت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے اور اپنے رسول کا سچا مطیع و فرمانبردار بنائے تو آخرت

(بنیاد پر ... [illegible] ... (باقی))

تبصرۂ کتب

حافظ صلاح الدین یوسف

صحیفۂ ہمام بن مُنبہؒ

مرتبہ: ڈاکٹر محمد حمید اللہ (آف پیرس)
چھوٹا کتابی سائز، صفحات ۱۶۲، قیمت ۱۵ روپے
ناشر: ملک سنز، کارخانہ بازار۔ فیصل آباد

منکرین حدیث عوام کو یہ مغالطہ دیتے ہیں کہ حدیث کی تدوین و ترتیب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو تین سو سال بعد ہوئی ہے، اس لئے احادیث حجت شرعیہ نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کے الفاظ یقینی نہیں کہ واقعی وہ فرمودات رسول ہیں۔

لیکن منکرینِ حدیث کا یہ دعویٰ سراسر بے بنیاد اور حقائق و واقعات کے خلاف ہے۔ صحابہ کرام کے دَور ہی سے احادیث کی تدوین کا آغاز ہو گیا تھا اور کئی صحابہ نے حدیثوں کے صحیفے مرتب کر کے اپنے پاس رکھے ہوئے تھے اور ان سے ان کے تلامذہ نے نقل کئے۔ یہ تاریخی حقائق و واقعات علمائے کرام نے بڑے مدلل اور واضح انداز میں مرتب کر دیئے ہیں جس کے بعد اس امر میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ احادیث کی تدوین و تنقیح کے کام کا آغاز عہد صحابہ و تابعین میں ہی ہو گیا تھا اور بعد میں ائمہ حدیث (امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام بخاریؒ و امام مسلمؒ و دیگر محدثین) نے انہی ابتدائی صحیفوں اور صحابہ و تابعین کے فیض یافتگان سے احادیث اخذ کر کے انہیں فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا۔ اس لئے یہ مرتب شدہ احادیث صحیحہ قرآن کریم ہی کی طرح حجت شرعیہ ہیں کیونکہ ان کا انتساب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تاریخی طور پر ثابت ہے۔

زیر تبصرہ کتاب مذکورہ دعوے کی حقانیت و صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ صحیفہ حضرت ابوہریرہؓ کے ایک شاگرد ہمام بن منبہؒ کا ترتیب دیا ہوا ہے جو انہوں نے اپنے اُستاذ صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوہریرہؓ کی زبان مبارک سے سنا۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کو اس کے دو نسخے (قلمی) دستیاب ہوئے اور انہوں نے دونوں کا مقابلہ کر کے اور اس کی تصحیح کر کے عربی متن مع اُردو ترجمہ شائع کر دیا ہے۔

اس مجموعے کی احادیث صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں بھی بعینہٖ پائی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں مسند احمد میں بھی یہ صحیفہ پورا موجود ہے۔ بارہ سو سال بعد آج جب مسند احمد میں درج شدہ اس صحیفۂ ہمام اور نو دریافت مخطوطہ کا موازنہ کیا جاتا ہے اور اسی طرح بخاری وغیرہ میں درج اس مجموعے کی روایات کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو محدثین کی محنت اور ان کی امانت و دیانت بالکل واضح ہو کر سامنے آ جاتی ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ مرفوع اور متصل احادیث بالکل وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلی ہیں، انہیں (نعوذ باللہ) محدثین نے اپنے طور پر گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہیں کیا ہے جس طرح کہ منکرین حدیث باور کراتے ہیں۔

اس لئے یہ صحیفۂ ہمام بڑی اہمیت کا حامل اور اس کی اشاعت منکرینِ حدیث کے تابوت میں آخری کیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ صحیفہ حیدر آباد دکن (ہند) سے دو تین مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اور اب عرصۂ دراز سے نایاب تھا۔ خدا بھلا کرے ملک سنز والوں کا کہ انہوں نے اسے فوٹو آفسٹ پر شائع کر دیا۔ جو بلا شبہ وقت کی ایک اہم ضرورت اور بیش قیمت علمی و دینی خدمت ہے۔ تاہم اس کا سابقہ سائز ہی برقرار رکھا جاتا تو صحیح تھا۔ فوٹو میں اس کا سائز بالکل چھوٹا کر دیا گیا ہے۔ علمی کتابوں کے لئے اتنا چھوٹا سائز موزوں نہیں۔ بہر حال اہلِ علم و جویائے حق کے لئے یہ ارمغانِ علمی ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں۔

اطلاعات و اعلانات

قرآن و حدیث کانفرنس

جماعت غرباء اہل حدیث کے زیر اہتمام قرآن و حدیث کانفرنس بجائے ۷، ۸، ۹، اپریل ۱۹۸۵ء کے ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ اپریل بروز ہفتہ، اتوار، سوموار منعقد ہوگی۔ (عبد القہار مرکزی دارالامارت جماعت غرباء اہل حدیث کراچی)

دینی مدارس کی اپیلیں

(۱) مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات (رجسٹرڈ) ۱۹۵۵ء سے بفضلہ تعالیٰ بتدریج ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور اس وقت ۶۳ طالبات زیر تعلیم ہیں جن میں سے ۱۵ لڑکیاں سکونتی بھی ہیں۔ مدرسہ کے لئے ۱۹۸۲ء میں ایک مکان اور ۱۹۸۳ء میں ایک پلاٹ بھی خریدا گیا جس کی وجہ سے مدرسہ خاص زیر بار ہے۔ مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ وہ بدست تعاون بڑھا کر عنداللہ ماجور ہوں (عبد الرحمان کیلانی مہتمم مدرسہ تدریس القرآن والحدیث للبنات (رجسٹرڈ) دارالسلام وسن پورہ۔ لاہور)

(۲) انجمن اہل حدیث مسلم ٹاؤن ساہیوال علوم اسلامیہ عربیہ کے ساتھ عصری علوم کی تدریس کے لئے مسلم ٹاؤن میں جامعہ عثمان الاسلامیہ کا اجراء کر رہی ہے جس کا افتتاح عنقریب کیا جائے گا۔

امام و خطیب کی ضرورت

(۱) گوجرانوالہ شہر یا قرب و جوار کی کسی اہل حدیث مسجد میں خطیب کی ضرورت ہو تو بلا معاوضہ خطیب کے لئے رابطہ قائم کریں (شیخ عبدالستار سیمنٹ ڈیلر چک پونڈانوالہ۔ گوجرانوالہ)

(۲) مدرسہ تدریس القرآن و مسجد ابن تیمیہ رن باز خیل ضلع میانوالی میں بچوں اور بچیوں کو قرآن مجید حفظ کرانے اور ناظرہ پڑھانے، مسجد میں امامت اور دیہاتی ماحول میں جمعہ پڑھانے کے لئے ایک حافظ یا غیر حافظ عالم کی فوری ضرورت ہے۔ پتہ ذیل پر فوراً رابطہ قائم کریں۔ (محمد اسلم نیازی ایم۔اے گورنمنٹ سنٹرل ماڈل اسکول میانوالی)

مدرس اور سفیروں کی ضرورت

ہمیں دارالحدیث میں ایسے نوجوان حافظ قرآن کی فوری ضرورت ہے جو مستند عالم بھی ہو تاکہ بچوں کو حفظ کے ساتھ ساتھ ابتدائی درسی کتب بھی پڑھا سکے۔ صلاحیت کے مطابق معقول خدمت کی جائے گی۔ نیز سفارت اور چندہ کی فراہمی کے لئے ہمیں چند دیانتدار محنتی سفیروں کی ضرورت ہے۔ پرانے سفیروں کو ترجیح دی جائیگی۔ (ناظم نشر و اشاعت دارالحدیث جامعہ ابراہیمیہ منڈی کنگن پور ضلع قصور)

تبلیغی لٹریچر منگوائیں

(۱) مولانا ابراہیم خادم تاندلوی کے مندرجہ ذیل قصے تقسیم کرنے کے لئے بحساب صرف بیس روپے فی سینکڑہ منگوائیے۔ قصے بذریعہ وی پی بھیجے جائیں گے مگر آپ سے خرچہ ڈاک وصول نہیں ہوگا۔ (۱) مسلک اہلحدیث (۲) مذہب اہل حدیث (۳) شان صحابہؓ (۴) شان قرآن (۵) مقصد قرآن (۶) اک دن مر جائیں گی (۷) قوم دی ترقی (۸) حکمت البلیہ (۹) نور ہدایت (۱۰) مسئلہ حاضر ناظر (۱۱) کملی والا (۱۲) ڈھولکی نامہ (خادم اکیڈمی ۲۵ ایم۔ بی۔ سیٹلائٹ ٹاؤن۔ گوجرانوالہ)

(۲) ہم نے بڑے سائز کے خوبصورت رنگین اشتہارات بعنوان "سورت فاتحہ خلف الامام، جہر سے آمین کہنے کا ثبوت، اثبات رفع الیدین، دیوبندیت کی کہانی۔ اچھی باتیں" شائع کئے گئے ہیں۔ صرف تین روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔ اور فریم کروا کر مساجد و دکانوں پر آویزاں کریں۔

(۳) ادارہ تبلیغ جماعت اہل حدیث رجسٹرڈ جام پور کی طرف سے مسئلہ توحید پر معرکہ آراء کتاب التوحید مصنفہ علامہ احمد بن حجر آل بوطامی السلفی قاضی محکمہ شرعیہ قطر ترجمہ مولانا مختار احمد السلفی الندوی بغرض تبلیغ شائع کی جا رہی ہے اشاعت کے

اخراجات زیادہ ہیں اس لئے مخیر و مالدار اہل توحید اس کتاب کی اشاعت میں مالی تعاون فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
(محمد یٰسین راہی ناظم ادارہ تبلیغ جماعت اہل حدیث (رجسٹرڈ) جام پور ضلع راجن پور)

(۳) درج ذیل کتب پانچ روپے کے ڈاک ٹکٹ یا منی آرڈر بھیج کر حاصل کریں

"پند و نصیحت" اور
"نظام اشتراکیت اور اسلام" } تالیف الشیخ عبد اللہ بن محمد بن حمید رحمہ اللہ
" " " "

"فضیلت جہاد اور اسلام" تالیف فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن باز حفظہ اللہ
زیادہ منگوا کر مفت تقسیم کرنے والوں کو خصوصی رعایت (عبد الغفار السہیل مرکز الدراسات الاسلامیہ $\frac{129}{15L}$ میاں چنوں ضلع ملتان)

انتخابات

(۱) انجمن فروغ توحید و سنت پشاور

۱۔ صدر: حاجی اصغر علی ۔ ۲۔ نائب صدر اول: مرزا عبد الرحمن ۳۔ نائب صدر دوم: مولانا محمد عمر قریشی ۔ ۴۔ ناظم اعلیٰ ۔ خواجہ محمد طارق صراف ۔ ۵۔ نائب ناظم: نسیم انجم ۔ ۶۔ ناظم مالیات: مرزا حبیب الرحمن بیگ ۔ ۷۔ ناظم نشر و اشاعت: محمد زمان، عبد الاحد ۔ ان کے علاوہ مجلس شوریٰ کے چالیس ارکان مختلف علاقوں سے لیئے گئے۔

(۲) جمعیۃ القراء اہلحدیث (فیصل آباد ڈویژن)

(۱) مجلس محاسبہ: قاری عبد الحفیظ صاحب ۔ قاری عبد الرحیم صاحب طور، قاری محمد یوسف صاحب ۔ قاری محمد رمضان صاحب

(۲) کابینہ ۔ امیر: قاری نذیر احمد صاحب مدنی ۔ نائب امیر قاری خان محمد صاحب ۔ ناظم اعلیٰ قاری محمد حنیف صاحب ۔ نائب ناظم قاری عبد الرحیم صاحب زاہد ۔ ناظم تعلیمات ۔ قاری اللہ بخش صاحب ۔ ناظم نشر و اشاعت: قاری محمد عارف محمود ناظم مالیات ۔ قاری شیخ محمد ایوب صاحب ۔

وفیات

(۱) میرے چچا محترم شیر محمد ہنجرا ۲ مارچ کو وفات پا گئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ مرحوم جمعیت اہلحدیث گرمولہ ورکاں (ضلع گوجرانوالہ) کے اہم ترین کارکن تھے ۔ تمام بھائیوں سے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے (محمد انور ہنجرا)

(۲) مولانا محمد صدیق صاحب محمدی صدر مدرس جامعہ محمدیہ گوٹھ مولوی سلطان احمد ماتلی (سندھ) کی والدہ محترمہ مورخہ ۱ فروری کو وفات پا گئی ہیں ۔ مرحومہ نیک سیرت اور صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں ۔ قارئین کرام متوفیہ کے لئے دعائے مغفرت اور لواحقین کے لئے صبر جمیل کی دعا فرمائیں ۔
(عبد المجید ٹبالوی)

رشتے

(۱) جمعیت شبان اہلحدیث الفیصل ٹاؤن کے زیر اہتمام توحید نکاح کمیٹی قائم کی گئی ہے جس کے تحت بلا معاوضہ لڑکے لڑکیوں کے رشتے کرائے جائیں گے ۔ تفصیل کے لئے پتہ ذیل پر رابطہ قائم کیجئے (منجانب محمد امجد صدیق ناظم نشر و اشاعت جمعیت شبان اہلحدیث [illegible])

میاں محمد افضل صاحب (گوجرانوالہ) کے صاحبزادے کی المناک وفات

جمعیت اہلحدیث گوجرانوالہ کے معروف کارکن اور جماعت کی نامور شخصیت میاں محمد افضل صاحب کے صاحبزادے محمد لقمان گزشتہ انتخابات کے دوران مخالف فریق کی فائرنگ سے سخت زخمی ہو گئے تھے ۔ وہ اس وقت سے ہسپتال میں زیر علاج تھے مگر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جمعہ ۲ مارچ کو انتقال کر گئے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔
ادارہ میاں صاحب کے اس دردناک المیے میں برابر کا شریک ہے ۔ تمام قارئین اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مرحوم محمد لقمان کو بہشت بریں عطا فرمائے اور میاں صاحب کو اس صدمے کے برداشت کرنے کی توفیق بخشے ۔ (ادارہ)

(۲) دیندار پٹھان خاندان کی دو خوبصورت و بلند سیرت ۲۰ سالہ (پی ٹی سی) معلمات کے لئے معزز، متدین برسرروزگار نوجوانوں کے رشتے مطلوب ہیں۔ گوجرانوالہ کے قریبی اضلاع کو ترجیح دی جائے گی (عبدالرشید حنیف ناظم ادارہ علوم اسلامی سمن آباد (جھنگ صدر)

(۳) نوجوان میٹرک پاس لڑکی کے لئے اہل حدیث، دیندار تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (مقبول احمد معرفت زاہد انجینئرنگ ورکس چوک محمدی دسن پورہ لاہور)

(۴) مدرسۃ البنات رینالہ خورد کے مدرس، عالم دین کے لئے شریف اور دینی تعلیم سے واقف لڑکی کا رشتہ درکار ہے مولانا موصوف انصاری برادری سے متعلق ہیں۔ (ایم۔اے زاہد۔ معرفت ناظم جامعہ ابی ہریرۃ غلہ منڈی رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ)

تلاشِ گمشدہ

ایک لڑکا مسمی عبدالرحمٰن بن مولانا محمد صدیق صاحب خطیب جامع اہل حدیث راجووال تین ماہ سے لاپتہ ہے۔ وہ کسی مدرسہ میں ہو۔ خود پڑھے یا کسی دوست کو اس کا علم ہو تو درج ذیل پتہ پر اطلاع فرمائیں (مولانا) ابراہیم خلیلی ناظم مدرسہ دارالسلام حجرہ شاہ مقیم ضلع اوکاڑہ)

ضرورتِ رشتہ

ایک نوجوان خطیب کے عقد ثانی کے لئے ایک کنواری نیک سیرت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ عالمہ یا حافظہ کو ترجیح دی جائے گی جو امور دینیہ میں معاون ثابت ہو سکے۔ رابطہ بالمشافہ قائم کریں (معرفت: مولانا حافظ عزیزالرحمٰن لکھوی ناظم مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد ضلع اوکاڑہ)

خط لکھتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

جامعہ محمدیہ گوٹھ حاجی سلطان احمد ٹنڈو غلام علی
ترقی کی عظیم شاہراہ پر
دینی حلقوں میں یہ خبر مسرت افزا اور خوش آئند ہوگی کہ جامعہ کے دو طلبہ کے کاغذات داخلہ اعزازی طور
جامعہ اسلامیہ مدینۃ المنورہ اور المعہد مکۃ المکرمہ میں قبول ہو چکے ہیں۔ جن کے نام بالترتیب یہ ہیں:-
• عبدالعزیز نظامانی، بدین، سندھ
• حافظ محمد علی شیخوپورہ، پنجاب
جامعہ کے لئے المملکۃ السعودیۃ کی جانب سے دو استاد باضابطہ منظور ہو چکے ہیں جن کی آمد اختتام سال پر متوقع ہے۔
جامعہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس کا سنگ بنیاد ممتاز شخصیت جناب محترم فضیلۃ الشیخ محمد بن السبیل صاحب امام
الحرم المکی نے اپنے دست اقدس سے رکھا۔ حاجی سلطان احمد صاحب مہتمم جامعہ کے دورہ سعودیہ کے موقع پر شیخ موصوف اور اسلامی دنیا کے مشہور دانشور
جناب مکرم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز صاحب نے جامعہ سے بھرپور معاونت کا وعدہ فرمایا اور مؤثر انداز میں سفارشات مرتب فرمائیں۔ دامت برکاتہم
مکتوب سماحۃ الشیخ ابن باز دامت برکاتہم
مکتوب فضیلۃ الشیخ امام الحرم۔ دامت برکاتہم
یاد رہے جامعہ کی یہ تمام ترقی و عروج کا دار و مدار فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالقادر بن حبیب اللہ السندھی کی مسلسل
تگ و دو، ان کی جامعہ سے والہانہ عقیدت اور بے لوث وابستگی کا ثمرہ ہے۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء
منجانب: شعبہ نشر و اشاعت جامعہ محمدیہ گوٹھ حاجی سلطان احمد ٹنڈو غلام علی تحصیل ماتلی ضلع بدین

WEEKLY AL-AITISAM LAHORE
R.L. No. 5523